اخبار

فرانسیسی مستشرق پروفیسر ونسان مونتے

○ ——— محمد یوسف گورایہ ریسرچ فیلو ادارہ تحقیقات اسلامی

۱۵ اپریل ۱۹۶۸ء کو فرانس کے ایک بڑے فاضل پروفیسر ونسان مونتے (VINCENT MONTEIL) ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی میں تشریف لائے۔ موصوف ایک مشہور مستشرق ہیں اور مسلمانوں کے حالاتِ حاضرہ ان کا خاص علمی موضوع ہے۔ پروفیسر مونتے ۲ مئی ۱۹۱۳ء کو فرانس میں پیدا ہوئے پہلے فوج میں ملازم تھے۔ ۱۹۴۸ء میں جب اسرائیل وجود پذیر ہو رہا تھا۔ وہ سرزمینِ عرب میں تھے۔ اور اسرائیل کے خلاف عرب موقف کے حامی تھے۔ اس وقت سے اب تک نہایت سنجیدگی کے ساتھ اپنے موقف پر قائم ہیں۔ انہوں نے عربی زبان سیکھی۔ پھر سالہا سال کی تحقیق کے بعد "عربی ایک زندہ زبان" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جس میں اُنہوں نے بتایا کہ کس طرح عربی ایک زمانہ تک تمدن و تہذیب کی زبان بنی رہی۔ اُنہوں نے افریقہ کی مسلمان آبادی کی زبانوں کی تحقیق بھی کی ہے، جن میں شمالی افریقہ کے بربروں اور جنوبی افریقہ کی صحرائی زبانیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ موصوف فارسی زبان بڑی اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور ایران کی جدید عامی زبان پر اُنہوں نے ایک کتاب بھی ترتیب دی ہے۔ وہ جدید ایرانی زبان (دری) کے ماہرین میں سے ہیں۔ اور مشہور مستشرق اور علوم اسلامیہ کے فاضل پروفیسر میسینیون کے شاگرد و ارادت مند ھیں۔

پروفیسر مونتے سے دورانِ گفت گو مختلف علمی مسائل زیرِ بحث آئے، اُنھوں نے بتایا کہ وہ اس وقت مختلف اسلامی ملکوں کا دورہ کر رہے ہیں جس کا مقصد مظلوم عربوں کے حق میں رائے عامہ کو بیدار کرنا ہے۔

اپنی علمی دلچسپی کے موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے پروفیسر مونتے نے بتایا کہ انہیں مسلمانوں کے حالاتِ حاضرہ کے ساتھ خاص دلچسپی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کے تاریخی، مذہبی، سیاسی، معاشی اور

سماجی حالات سے گہرا لگاؤ رکھتے ہیں۔ پروفیسر موصوف نے افریقہ کے اسلامی ممالک کی اصلاحی تحریکات کے متعلق بڑی قیمتی معلومات دیں۔ نائیجیریا کی فُلانی تحریک کے انگریزی زبان میں مآخذ پر گفتگو کرتے ہوئے اُنھوں نے بتایا کہ عثمان دان فودیو (USMAN DAN FODIOU) کی تحریروں کا مکمل مجموعہ جناب احمد و سیدو، ڈائریکٹر کلچر ڈیپارٹمنٹ یونیسکو پریس نے بیس جلدوں میں تیار کیا ہے۔ ایک اور DR. ROBERT TAPIERO پروفیسر فیکلٹی آف لیٹرز یونیورسٹی آف لیدن کا پی۔ ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان RELIGIOUS EFFORTS OF USMAN DAN FODIOU بڑا اہم ماخذ ہے۔

پروفیسر مونتے نے "الربوٰ" کے موضوع پر بھی گفتگو کی۔ انہیں "الربوٰ" کے موضوع سے بڑی دلچسپی ہے۔ اُنھوں نے اپنے ملائشیا اور انڈونیشیا کے قیام کے مشاھدات کا خاص طور پر ذکر کیا۔ اور بتایا کہ ان دو مسلمان ملکوں میں اس مسئلہ پر زبردست تضاد پایا جاتا ہے۔ ملائشیا میں ہر قسم کا منافع (INTEREST) الربوٰ خیال کیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ملائشیا میں ایک بھی بنک ایسا نہیں جسے مسلمان چلا رہے ہوں۔ وہاں کے تمام بنک چینیوں کے ہاتھ میں ہیں اور اسی وجہ سے وہاں کاروبار پر چینی چھائے ہوئے ہیں، اور مسلمان بنکنگ اور کاروبار سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ اُنھوں نے بتایا کہ وہاں حج پر جانے والے مسلمان ایک جگہ اپنی رقم جمع کروا دیتے ہیں۔ اور اس "سیونگ ہاؤس" کے منتظمین روپے کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں، اور بوقت ضرورت روپیہ بغیر منافع کے واپس کر دیتے ہیں۔ زمین میں یہ مدفون روپیہ ایک سرنگ کے ذریعہ نکال لیا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے اس سرمائے سے چینی خوب نفع کماتے ہیں۔ لیکن انڈونیشیا میں بنکوں کی اکثریت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور کہتے ہیں کہ بنکنگ کے کاروبار سے حاصل شدہ منافع، منافع ہے۔ الربوٰ نہیں۔

نائیجیریا میں حالیہ جنگ کے متعلق، اس سوال کے جواب میں کہ اس خیال میں کتنی صداقت ہے کہ یہ جنگ مسلمانوں نے مذہبی جنگ (جہاد) کے طور پر شروع کی ہے، پروفیسر مونتے نے بتایا کہ یہ محض پروپیگنڈا ہے۔ اور یورپ اور امریکہ میں اس قسم کے پروپیگنڈے کا ذمے دار اسرائیل ہے۔ مغرب کا پریس اسرائیلیوں (یہودیوں) کے روپے پیسے سے چلتا ہے۔ اور اسرائیلی اپنے پریس کے زور سے یورپی اور امریکی عوام کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ مسلمان چاہے وہ عرب ہوں یا افریقی، سب

جنگ جو ہیں۔ اور مذہب کے نام پر پُرامن اقوام کے خلاف خواہ مخواہ جہاد شروع کر دیتے ہیں۔ انہوں نے جنگ کے اصل اسباب پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اس جنگ کے اسباب معاشی و اقتصادی ہیں۔ برطانوی سامراج نے جب نائیجیریا پر تسلط جمایا تو شمالی نائیجیریا میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی، سوائے چند بالکل ابتدائی سے مدرسوں کے جن میں قرآن بغیر سمجھے پڑھایا اور زبانی یاد کروایا جاتا تھا، تعلیم کا کوئی انتظام نہ کیا۔ انگریزوں نے جدید تعلیم کے ادارے کھول کر مسلمانوں کی خواہ مخواہ کی مخالفت مول لینے کے بجائے ان مدارس کو جوں کا توں رہنے دیا۔ اس کے خلاف جنوبی نائیجیریا میں انگریزوں نے ہر قسم کی تعلیمی سرگرمیوں کی طرف توجہ دی۔ جدید طرز کے سکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم کیں، عیسائی مشنریوں نے بھی تعلیمی میدان میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کی مشینری چلانے کے لئے تمام افسروں کی بھرتی جنوبی نائیجیریا سے ہونے لگی۔ اور یہ لوگ شمالی نائیجیریا کے جاہل اور اَن پڑھ مسلمانوں پر حکومت کرنے لگے، جنوبی نائیجیریا دن بدن ترقی کرتا رہا اور شمالی نائیجیریا اسی رفتار سے تنزل کی طرف بڑھتا رہا۔ ترقی و تنزل کی اس دوڑ میں جنوبی نائیجیریا اقتصادی اور معاشی اعتبار سے شمالی نائیجیریا سے بہت آگے نکل گیا۔ اور شمالی نائیجیریا جہالت کے ساتھ ساتھ اقتصادی و معاشی میدان میں بہت پیچھے رہ گیا۔ لہذا ان کی رائے میں حالیہ جنگ کے اسباب میں معاشی و اقتصادی ناہمواری سب سے بڑا سبب ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ افریقہ میں عیسائیت کے مقابلے میں اسلام کے بسرعت پھیلنے کے کیا اسباب ہیں، جب کہ مسلمانوں کی طرف سے افریقہ میں اسلام کی اشاعت کے لئے کوئی منظم کوشش نہیں ہو رہی۔ اور عیسائی مشنریاں اپنی پوری قوت کے ساتھ عیسائیت کی اشاعت کے لئے سرگرم ہیں؟ پروفیسر مونتے نے بتایا:۔

۱: اسلام ایک سیدھا سادا اور عام فہم دین ہے۔ جو ہر ایک کی سمجھ میں آسانی سے آسکتا ہے۔ اس میں کوئی پیچیدگی نہیں، اور کوئی ایسی اُلجھن نہیں جو اس کے قبول کرنے میں حائل ہو، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسلام بالکل ہی سادا دین ہے۔ جس میں بلند پایہ مفکروں کے لئے کوئی جاذبیت نہیں بلکہ اس میں اتنی جامعیت ہے کہ عوام د

خواص سب کے لئے اس میں مواد موجود ہے۔ اسلام صرف یہ کہتا ہے کہ وہ اللہ اور رسول پر ایمان لائیں اور ارکانِ دین پر عمل کریں۔ اس کے خلاف عیسائیت ایک بڑا پیچیدہ دین ہے۔ جس کا سمجھنا بڑا دشوار ہے۔ اُنہوں نے اس جملے کو بار بار دُہرایا کہ عیسائیت میں تو "FAITH OR-NO FAITH" - مانو یا نہ مانو کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے لئے عقل کی ہرگز ضرورت نہیں اور نہ یہ انہی پیچیدگیوں کی بنا پر عقل سے سمجھا جا سکتا ہے۔

۱: اسلام افریقہ کا کافی پُرانا اور اکثریت کا دین ہے۔ پورا شمالی افریقہ صدیوں سے مسلمان ہے۔ مصر، لیبیا، تیونس، الجزائر، مراکش وغیرہ قدیم زمانے سے مسلمان ممالک ہیں۔ اس لئے باقی افریقی اسلام کو اپنے مقامی ادیان میں سے سب سے بڑا اور اہم دین سمجھتے ہیں۔ اور اسے اپنا مقامی دین قرار دیتے ہیں۔ عیسائیت اگرچہ تاریخی اعتبار سے حبشہ وغیرہ میں اسلام سے پہلے موجود تھی لیکن اس کا نفوذ اسلام کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھا۔ اور پھر اس کی موجودگی مشرقی ساحل پر تھی۔ اس کے مقابلے میں اسلام بڑی تیزی کے ساتھ مصر سے بڑھ کر پورے شمالی افریقہ پر چھا گیا۔ اور وہاں سے مغرب اور جنوب کی طرف سُرعت کے ساتھ پھیلتا چلا گیا۔ اور افریقہ کے سب سے بڑے اہم سماوی دین کی حیثیت اختیار کر گیا۔

۲: افریقہ میں اسلام کی اشاعت کے علم بردار خود افریقی تھے۔ اور جس وقت سے شمالی افریقہ کے قبائل خصوصاً بربروں نے اسلام قبول کر لیا، اسی وقت سے اس کی اشاعت خود افریقیوں کی طرف سے ہوتی رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام افریقی، مسلمان افریقیوں کو اپنے بھائی بند خیال کرنے لگے اور آہستہ آہستہ اپنے قدیم رسم و رواج کے اشتراکِ باہمی کی وجہ سے اسلام کے قریب آتے چلے گئے۔ عیسائیت کی اشاعت عام طور پر غیر افریقیوں کے ہاتھوں شروع ہوئی۔ جن کے خلاف بے شمار رنگ و نسل کے اختلافات ہیں، نیز عیسائیوں کے سیاسی تسلط نے دوسرے تعصبات کو پیدا کیا جس کی وجہ سے اہلِ افریقہ کا عیسائیت کی نسبت اسلام کی طرف قدرتی طور پر میلان بڑھا۔

۳: اسلام میں مساوات کے بنیادی اصول نے افریقہ کو خاص طور پر اپنی طرف کھینچا۔ اور ہر افریقی اسلام قبول کرتے ہی تمام ان شہری حقوق کا حقدار ہو جاتا تھا جو صدیوں سے قدیم مسلمانوں کے حقوق تھے۔ جس کے مقابلے میں عیسائیت میں اگرچہ نظریاتی طور پر اس اُصول کا پرچار ہوتا لیکن عملی

طور پر اس کے جو مظاہر یورپ و امریکہ میں برسرِ عام آتے۔ افریقیوں کے لئے ناقابلِ فہم تھے۔

۵ : افریقہ میں غلامی کا رواج بڑا عام تھا۔ عیسائیت نے صدیوں سے موجود ہونے کے باوجود افریقیوں کے، بنیادی حق آزادی کی طرف کبھی توجہ نہ دی، بلکہ عیسائیوں نے افریقی غلاموں کی تجارت سے بڑا کاروبار چلا رکھا تھا۔ جب کہ اسلام نے غلامی کے خلاف زبردست آواز اُٹھائی اور سوائے چند مستثنیات کے عام طور پر افریقیوں کو آزادی کی نعمت سے مالا مال کیا اور غلامی کی لعنت سے نجات دلائی۔ اسلام کے اِس احسانِ عظیم نے خواہ مخواہ افریقیوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔

۶ : پروفیسر مونتے نے کہا کہ افریقہ میں عورتیں بہ طورِ خاص اسلام کی طرف مائل ہیں۔ اس کی وجہ بتاتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ اسلام سب سے پہلا مذہب ہے جس نے عورت کو تاریخ میں سب سے بلند مقام عطا کیا، جہاں بے شمار دوسرے حقوق دیئے ان میں سے سب سے بڑا حق ان کو حقِ وراثت دلایا ہے۔ افریقہ میں جہاں عورت کی کوئی حیثیت نہیں، اور وہ بھیڑ بکریوں کی طرح سمجھی جاتی ہے۔ اسلام ان کو تمام شہری حقوق دلاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام عورتوں میں بطورِ خاص سُرعت سے پھیل رہا ہے۔

۷ : موجودہ عالمی سیاسی حالات نے ایک "تیسری طاقت" کا تصور پیدا کر دیا ہے۔ اس کی وجہ سے اہلِ افریقہ اپنے آپ کو یورپ و امریکہ کے خلاف افریقہ و ایشیا کے انداز میں سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور وہ افریقہ و ایشیا کو ایک سمجھتے ہیں جب کہ یورپی و امریکی سیاسی قوتوں کو اپنا سیاسی حریف خیال کرتے ہیں۔ اسی تصور کے پیشِ نظر افریقی مغربیوں کی تہذیب و تمدن سے نفرت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مذہب عیسائیت کے ساتھ دشمنی کا رجحان بھی بڑھا رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں خود افریقہ میں بے شمار لوگوں کا دین اسلام ہے۔ جو فطرتاً اپنے ایشیائی دینی بھائیوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ غیر مسلم افریقی اپنے مسلم افریقیوں سے اتحاد اور ان کی مدد سے مسلم ایشیا کے ساتھ اپنی ہمدردیوں کی وجہ سے اسلام کے قریب آ رہے ہیں۔

اسلام کی اشاعت کے مندرجہ بالا اسباب بیان کرنے کے بعد ایک دوسرے سوال کا جواب

دیتے ہوئے کہ مسلمانوں کی کسی منظم کوشش کی عدم موجودگی میں وہ کون سے ذرائع و وسائل ہیں جن کی وجہ سے افریقہ میں اسلام پھیلتا جا رہا ہے؟ پروفیسر مونتے نے بتایا کہ اسلام کی اشاعت کے ذمے دار وہاں کے مقامی لوگ ہیں۔ یہ لوگ بغیر کسی تنظیم و جماعت کے اپنے طور پر اس کام میں مشغول ہیں۔ یہ لوگ وہاں کے مذہبی رہنما ہیں جو اسلام کی اشاعت کی خاطر تن تنہا چل نکلتے ہیں۔ کسی دُور دراز جگہ پر اپنا ڈیرا ڈال دیتے ہیں۔ وہاں کے مقامی لوگوں کے ساتھ گھُل مل جاتے ہیں۔ تاریخی۔ سماجی اور رنگ و نسل کے اشتراک کی وجہ سے ان کے ساتھ راہ و رسم بڑھانے میں انہیں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ انہیں میں شادی کر لیتے ہیں۔ اور اپنے اخلاق اور عمدہ اطوار سے آہستہ آہستہ مقامی لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچتے ہیں اور اسلام پھیلاتے ہیں۔ یہ لوگ دراصل قرون وسطیٰ کے صوفیاء ہیں۔ جو وہاں کی مقامی زبان میں "مرابط" کہلاتے ہیں۔ چنانچہ انہیں لوگوں کی وجہ سے افریقہ میں اسلام بسرعت پھیل رہا ہے۔

پروفیسر ونسان مونتے علمی مباحث میں بڑی دلچسپی کے ساتھ گفت گو میں مصروف تھے کہ کسی نے انہیں یاد دلایا کہ جس جہاز پر وہ لاہور جانے والے ہیں اس کی روانگی میں صرف ایک گھنٹہ باقی رہ گیا ہے۔ چناں چہ وہ گفت گو کو جلدی سے سمیٹتے ہوئے اس دلچسپ علمی مجلس کو پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ملال کے ساتھ چھوڑتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

موصوف آج کل افریقی مملکت سینگال کے دارالسلطنت ڈاکار کی یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ فرانسیسی تو اُن کی مادری زبان ہے۔ انگریزی میں وہ بے تکلف گفت گو کرتے رہے۔ اس کے علاوہ عربی اور فارسی پر اُن کو اتنا عبور تھا کہ وہ ان دونوں زبانوں میں بے تکلف بولتے تھے۔